بخدمت جناب مفتی صاحب!

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ میں نے ایک مارکیٹ بنائی ہے تجارت کیلئے، ارادہ دکانیں بنا کر فروخت کرنے کا ہے، کچھ دکانیں فروخت ہو چکی ہیں جبکہ کچھ باقی ہیں، ہمارا ارادہ چونکہ پوری مارکیٹ فروخت کرنے کا ہے لیکن خریدار نہیں مل رہے لہذا کچھ دکانیں ہم نے کرایہ پر دی ہیں لیکن جوں ہی دکانوں کے خریدار مل گئے تو کرایہ داروں سے خالی کروا کر ہم فروخت کردیں گے، یہ ہم نے کرایہ داروں سے طے کیا ہے۔اب جو دکانیں خالی پڑی ہیں اور جو دکانیں کرایہ پر ہیں دونوں پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے کراچی کے ایک معروف مدرسہ کے دارالافتاء سے رجوع کیا تو انہوں نے لکھ کر دیا کہ کرایہ پر دی گئیں دکانوں کی قیمت پر زکوۃ نہیں ہے جبکہ ایک اور مدرسہ کے دارالافتاء سے معلوم کیا جو کہ معروف نہیں ہے انہوں نے لکھ کر دیا کہ جو دکانیں کرایہ پر ہیں اور جو فروخت کیلئے خالی ہیں دونوں کی قیمت پر زکواۃ ہوگی دونوں فتوے ارسال خدمت ہیں۔ مفصل تحقیق فرما کر جواب عنایت فرمائیں کہ:

مارکیٹ کی جو دکانیں فروخت کیلئے خالی پڑی ہیں اور جو کرایہ پر دی گئی ہیں جن کو کرایہ دار ملتے ہی فروخت کردیا جائے گا، ان دونوں میں زکواۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

وضاحت: سائل نے فون پر بتایا کہ مذکورہ مارکیٹ جس زمین پر میں نے بنائی ہے، وہ زمین بھی تجارت ہی کی نیت سے خریدی تھی۔

المستفتی

حاجی احمد دین

ایم. پی. آر کالونی، منگھوپیر روڈ. کراچی

فون نمبر: 03228290185

(جواب منسلک ہے)

## الجواب حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں سائل نے مارکیٹ تجارت کی نیت سے بنائی کہ دکانیں بنا کر فروخت کریگا پھر دکانیں بنانے کے بعد خریدنے کیلئے گاہک نہیں مل رہے تو دکرایہ پر دینا ہے، اور جس دکان کا خریدار آجائے تو دکان خالی کر کے اس پر فروخت کر دیا جاتا ہے گویا کہ کرایہ پر دی ہوئی دکانوں میں نیت تجارت اب بھی باقی ہے، لہذا نیت تجارت باقی ہونے کی وجہ سے جو دکانیں کرایہ پر دی گئی ہیں اور جو دکانیں فروخت کیلئے خالی ہیں دونوں کی موجودہ قیمت فروخت کے لحاظ سے زکوۃ واجب ہے۔ اسی طرح ان دکانوں سے جو کرایہ حاصل ہوگا اس پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

الدرالمختار میں ہے:

(وما اشتراه لها) ای: للتجارة (كان لها)

لمقارنة النية لعقد التجارة

(الدر مع الرد ص ۳/۲۲۹، ط: رشيدية)

ردالمختار میں ہے:

قوله: (كان لها......الخ) لان الشرط فى التجارة

مقارنتها لعقدها وهو كسب المال بالمال

بعقد شراء او اجارة او استقراض........

ثم ان نية التجارة قد تكون صريحا

وقد تكون دلالة.......

(ص ۳/۲۲۹، ط:رشيدية)

ردالمختار ہی میں ہے:

(اشتراه لها فنوى) بعد ذالك (خدمته)

ای: وان لا يبقى للتجارة لما فى الخانية

عبد التجارة: اذا اراد ان يستخدمه

سنتين فاستخدمه فهو للتجارة على

حاله الا ان ينوى ان يخرجه من التجارة

ويجعله للخدمة.

(ص ۳/۲۴۸، ط:رشيدية)

(جاری ہے)

176

ردالمحتار میں دوسری جگہ ہے:

(او نية التجارة)..........او يوجر داره التي للتجارة بعرض فتصير للتجارة بلا نية صريحاً. قال في البحر: لكن ذكر في البدائع الاختلاف في بدل منافع عين معدة للتجارة. ففي كتاب الاصل انه للتجارة بلانية. وفي الجامع مايدل على التوقف على النية، وصحح مشايخ بلخ رواية الجامع؛ لان العين وان كانت للتجارة لكن قد يقصد ببدل منافعها المنفعة فتوجر الدابة لينفق عليها والدار للعمارة فلا تصير للتجارة مع التردد" الا بالنية اه.

(ص ۲۲۱/۳، ط: رشيدية)

مسلکہ فتوی اپنی جگہ درست ہے تاہم یہ اس صورت سے متعلق ہے کہ مارکیٹ میں جو دکانیں کرایہ پر دی جائیں، اس میں تجارت کی نیت باقی نہ ہو جیسا کہ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"ولو اشترى الرجل عبدا للتجارة، ثم آجره يخرج من ان يكون للتجارة لانه لما آجره فقد قصد المنفعة".

(ص ۱۶۹/۳، ط: فاروقية كوئٹه)

جبکہ سائل کے زبانی اور تحریری بیان کے مطابق کرایہ پر دی گئی دکانوں میں تجارت کی نیت اب بھی باقی ہے، چنانچہ سوال کی یہ عبارت "اور اگر درمیان میں کوئی خریدار آ جائے تو کرایہ پر دی ہوئی دکانیں ہم فروخت بھی کرتے ہیں" اسی پر دال ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں جو دکانیں خالی پڑی ہیں اور جو کرایہ پر دی گئی ہیں، دونوں پر زکوۃ واجب ہوگی، اور کرایہ کی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہوگی۔

فقط و الله اعلم

كتبه

عبدالرحمن

دارالافتاء

مركز العلوم الاسلامية

منگھوپیر روڈ، کراچی پاکستان

۱۴۳۷/۱/۲۹ھ

۲۰۱۵/۱۱/۱۲ء

96127

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۸/۸/۱۴۲۹ھ
۲۰۰۸/۹/۵

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم نے بازار میں
ایک مارکیٹ بنائی ہوئی ہے اس میں آدھے دکانیں فروخت ہو چکے ہیں جبکہ
آدھے دکانیں ابھی باقیہ ہیں معلوم یہ کرنا ہے کہ

(۱) ان باقیہ دکانوں میں سے تقریباً آدھے ہم نے کرایہ پر دئیے ہوئے ہیں
اور اگر درمیان میں کوئی خریدار آجائے تو کرایہ پر دی ہوئی دکانیں ہم فروخت
بھی کرتے ہیں اس پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

(۲) جو دکانیں بالکل خالی ہیں کیا ان پر زکوٰۃ دینا ہوگا یا نہیں، یہ دکانیں
بھی اگر کرایہ دار آجائے تو ہم ان کو کرایہ پر دینے کیلئے تیار ہیں
اس پر زکوٰۃ کیا بنتی ہے؟

المستفتی: حاجی احمد زمان
فون: 0322-8290185
کوئٹہ

الجواب حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں جو دکانیں فروخت کی نیت سے فی الحال خالی پڑی ہیں
انکی موجودہ مارکیٹ ویلیو کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہے البتہ جو دکانیں
کرایہ پر دی ہیں انکی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ البتہ زکوٰۃ کا سال پورا ہونے پر
جو کرایہ کی رقم موجود ہوگی اسی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

واضح رہے کہ زکوٰۃ کا سال پورا ہونے پر جو دکانیں خالی پڑی ہوں ان
پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اگر سال پورا ہونے سے پہلے کوئی دکان
کرایہ پر دیدی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: 178

"الزکاۃ واجبۃ فی عروض التجارۃ کائنۃ ما کانت
اذا بلغت قیمتھا نصابا من الورق والذھب"۔

در مختار میں ہے:

"(أو) فی (عرض تجارة قیمته نصاب)"

(ج۲، ص۲۹۸، ط سعید)

فقط واللہ أعلم

کتبہ
سید اسامہ انس
المتخصص فی الفقہ الاسلامی
۲/ ۹/ ۱۴۳۶ھ بجامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراتشی ۵

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

۲/ ۹/ ۱۴۳۶ھ
۲۰/ ۶/ ۲۰۱۵

۹۱۱۲۳۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب حامداً و مصلیاً

تجارت کی نیت سے بنائی گئی مذکورہ مارکیٹ میں جو دکانیں خالی پڑی ہیں ان پر تو (نیتِ تجارت باقی رہنے کی وجہ سے) زکاۃ واجب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، جیسا کہ منسلکہ دونوں فتاویٰ میں بھی ان پر وجوبِ زکاۃ کی صراحت کی گئی ہے۔

البتہ جو دکانیں آپ نے کرایہ پر دی ہیں لیکن ان میں تجارت کی نیت باقی ہے، ان کے سلسلے میں دو آراء سامنے آئی ہیں۔ جن کی بنیاد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے کوئی چیز خریدتا ہے اور تجارت کی نیت ختم نہیں کرتا، لیکن خریدار نہ ملنے یا کسی اور وجہ سے اس چیز کو کرایہ پر دیدے (یعنی اس چیز کے عین کو اپنے پاس روک کر اس سے استغلال مقصود نہ ہو، بلکہ عین کو بھی بیچنا مقصود ہو) تو کیا یہ چیز مالِ تجارت ہونے سے نکل جائے گی جس کی وجہ سے اس کی عین پر زکاۃ لازم نہیں ہوگی یا تجارت کی نیت باقی رہنے کی وجہ سے یہ چیز مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گی اور اس کی عین پر بھی زکاۃ لازم ہوگی؟

ذیل میں ہم دونوں آراء اور ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں تاکہ صورتِ حال اچھی طرح واضح ہو جائے۔

(۱) **پہلی رائے** یہ ہے کہ تجارت کی چیز کرایہ پر دینے کی وجہ سے مطلقاً مالِ تجارت ہونے سے نکل جائیگی، چاہے تجارت کی نیت ختم کرکے اس کو کرایہ پر دینے کے لیے اپنے پاس روکے رکھے، یا تجارت کی نیت ابھی باقی ہو لیکن ساتھ ساتھ اس کو کرایہ پر بھی دیدے۔

**اس رائے کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:**

(۱)۔۔۔ **پہلی دلیل** عربی فتاویٰ کی وہ عبارات ہیں جن میں تجارت کی چیز کو کرایہ پر دینے کی وجہ سے مطلقاً (تجارت کی نیت باقی رہنے یا نہ رہنے کے درمیان فرق کیے بغیر) مالِ تجارت ہونے سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ ان عبارات کے اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ تجارت کی نیت باقی رکھتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص تجارت کی کسی چیز کو کرایہ پر دے گا تو وہ چیز مالِ تجارت ہونے سے نکل جائے گی اور اس کی عین پر زکاۃ لازم نہیں ہوگی۔

ان عبارات میں سے ایک، دو عبارتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) الفتاوی التاتارخانیة (۱۶۷،۱۶۹/۳)ط: فاروقیة

و فی الکبری: إذا اشتریٰ داراً، او عبداً للتجارة فآجره خرج من ان یکون التجارة، لأنه لما آجره فقد قصد الغلة فخرج عن حکم التجارة. و قال فی العیون:..... و لو اشتریٰ الرجل عبداً للتجارة، ثم آجره یخرج من ان یکون للتجارة، لأنه لما آجره فقد قصد المنفعة.

(۲) مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاویٰ (۲۳۴/۱، ۲۳۵) ط:رشیدیة

سوال: اگر شخصی مکانات و دکانها یا اشیاء منقولات دارد و او را بکرایه دهد یا بقبض و ملکِ او باشند و نیت تجارت داشته باشد یا نه، بهر صورت درباه زکوٰة اورا چه حکم است؟ بینوا توجروا.

جواب: اگر مکانات و دکانات یا اشیاء منقولات همچو دیگ وغیره دارد و آنهارا بکرایه دهد و بنیتِ تجارت نداشته باشد یا بوقتِ خرید این اشیاء نیت تجارت اورا باشد و بعدش باجاره داد، دربن هردو صورت زکوٰة این اشیاء بر ذمه او نیست. در مجمع البرکات می آرد "رجل اشتریٰ اعیاناً منقولة یواجرها میاومة و مشاهرة و مسانهة و یحصل له من المنقولات مال عظیم لایجب الزکوٰة فیها لانها لیست بمال التجارة فانه یمسکها و ینتفع بها نوع انتفاع فصار کالاستعمال" فلم یجب فی ذلک شیٔ کذا فی خزانة الروایات.انتهیٰ.

و در جای دیگر می آرد"لو اشتری الرجل داراً او عبداً للتجارة ثم آجره خرج من ان یکون للتجارة، و لو اشتریٰ قدوراً من الصفر یمسکها و یواجرها لاتجب فیها الزکوٰة کمالاتجب فی بیوت الغلة، کذا فی فتاویٰ قاضیخان. "انتهیٰ.

(۲)۔۔۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں تجارت کی نیت اگرچہ باقی ہے، لیکن اس کے مقابلے میں ایک مستقل عمل یعنی "عقدِ اجارہ" آگیا ہے جس کے نتیجے میں اس عین کے ساتھ دوسرے کا حق بھی ایک خاص مدت تک متعلق ہو گیا ہے، نیز عمل نیت کے مقابلے میں قوی ہوتا ہے، اس لیے عقدِ اجارہ خود بخود نیتِ تجارت کو ختم کردے گا۔ جیسا کہ آئندہ آنے والی عبارت نمبر: ۳ میں تجارت کی نیت سے

خریدے ہوئے بیج "بونے کے عمل" کو "نیتِ استخدام" سے اقویٰ تصرف قرار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے اس بیج کو مالِ تجارت سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں مندرجہ ذیل عبارت نمبر: ۲ اور ۳)

(١) الدر المختار (٢/ ٢٧٣)

والأصل أن ما عدا الحجرين والسوائم إنما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدي إلى الثني وشرط مقارنتها لعقد التجارة، وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أو إجارة أو استقراض. ولو نوى التجارة بعد العقد أو اشترى شيئا للقنية ناويا أنه إن وجد ربحا باعه لا زكاة عليه كما لو نوى التجارة فيما خرج من أرضه كما مر وكما لو شرى أرضا خراجية ناويا التجارة أو عشرية وزرعها أو بذرا للتجارة وزرعه لا يكون للتجارة لقيام المانع.

(٢) رد المحتار (٢/ ٢٧٣)

قوله (المؤدي إلى الثني) هذا وصف في معنى العلة أي لا زكاة فيما نواه للتجارة من نحو أرض عشرية أو خراجية لئلا يؤدي إلى تكرار الزكاة لأن العشر أو الخراج زكاة أيضا والثني بكسر الثاء المثلثة وفتح النون في آخره ألف مقصورة وهو أخذ الصدقة مرتين في عام كما في القاموس ومنه كما في المغرب قوله لا ثني في الصدقة.قوله ( لقيام المانع ) وهو الثني. ومفاد التعليل أنه لو زرع البذر في أرضه المملوكة تجب فيه الزكاة ويخالفه ما في البحر حيث قال في باب زكاة المال: **لو اشترى بذرا للتجارة وزرعه فإنه لا زكاة فيه وإنما فيه العشر لأن بذره في الأرض أبطل كونه للتجارة فكان ذلك كنية الخدمة في عبد التجارة بل أولى ولو لم يزرعه تجب اه.** فإن مفاده سقوط الزكاة عن البذر بالزراعة مطلقا أفاده ط.

(٣) رد المحتار (٢/ ٢٩٨)

وأجاب في الدرر وتبعه في البحر بأن عدم وجوب الزكاة في البذر إنما حدث بعد الزراعة وذلك لا يضر **لأن مجرد نية الخدمة إذا أسقط وجوب الزكاة في العبد المشتري للتجارة كما مر فلأن يسقطه التصرف الأقوى من النية أولى اه.**

(۲) جبکہ اس کے بالمقابل دوسری رائے یہ ہے کہ اگر مالِ تجارت کے عین کو اپنے پاس روک کر مستقل طور پر استعمال مقصود نہ ہو، بلکہ عین کو بھی بیچنے کا قصد ہو اور ساتھ ساتھ اس کو کرایہ پر بھی

دیدے تو اس صورت میں وہ چیز مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گی۔ اور تجارت کی نیت باقی رہنے کی وجہ سے اس کی عین پر بھی زکاۃ لازم ہوگی۔

اس رائے کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ **پہلی دلیل** ذیل میں نقل کردہ "رد المحتار" اور "فتاویٰ قاضیخان" کی وہ عبارات ہیں جن میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ "اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے غلام خرید لے اور پھر اس سے چند سال خدمت لینے کا ارادہ کرے تو وہ بدستور مالِ تجارت رہے گا، اِلّا یہ کہ وہ اس کو تجارت سے نکالنے اور خدمت کے لیے رکھنے کی نیت کرے۔"

وجہِ استدلال یہ ہے کہ اجارہ بھی استخدام کی طرح ایک عمل ہے، دونوں میں وہ چیز مالک کی ملکیت میں رہتی ہے، اور وہ ہر وقت اس کے بیچنے پر قادر رہتا ہے، اس لیے جس طرح نیتِ تجارت ختم کیے بغیر صرف استخدام سے کوئی چیز مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلتی، اسی طرح نیتِ تجارت ختم کیے بغیر صرف کرایہ پر دینے سے بھی کوئی چیز مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گی۔

"رد المحتار" اور "فتاویٰ قاضیخان" کی مذکورہ عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) رد المحتار (۲/ ۲۷۲)

قوله ( فنوى بعد ذلك خدمته ) أي وأن لا يبقى للتجارة لما في الخانية "عبد التجارة إذا أراد أن يستخدمه سنتين فاستخدمه فهو للتجارة على حاله إلا أن ينوي أن يخرجه من التجارة ويجعله للخدمة "اه.

(۲) فتاوی قاضیخان (۱/ ۱۲۰)

عبد التجارة إذا أرادأن يستخدمه سنين فيستخدمه فهو للتجارة على حاله إلا أن ينوي أن يخرجه من التجارة ويجعله للخدمة.

(۲)۔۔۔ **دوسری دلیل** آگے نقل کردہ "فتاویٰ قاضیخان" اور "البحر الرائق" کی وہ عبارات (نمبر:۱ اور ۲) ہیں جن میں مالِ تجارت کی اجرت میں طے شدہ نقدی کو دینِ قوی کے حکم میں قرار دیا گیا ہے اور بقدرِ نصاب ہونے کی صورت میں اس کو قبل القبض نصاب شمار کیا گیا ہے، اور اس روایت کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔

وجہِ استدلال یہ ہے کہ اس اجرت کو تب ہی دینِ قوی قرار دیا جاسکتا ہے جب کہ اصل کو بدستور تجارت کے لیے برقرار رکھا جائے، ورنہ اگر کرایہ پر دینے کی وجہ سے اصل کو مالِ تجارت ہونے سے خارج قرار دیا جائے تو پھر یہ غیر مالِ تجارت کی اجرت ہوگی، جبکہ انہی عبارات میں یہ بات مذکور ہے کہ غیر مالِ تجارت کی اجرت میں طے شدہ نقدی بقدرِ نصاب ہونے کی صورت میں بھی قبل القبض نصاب شمار نہیں ہوتی، بلکہ بعد القبض اس پر سال گذرنا شرط ہے۔

"فتاویٰ قاضیخان" اور "البحر الرائق" کی مذکورہ عبارات ذیل میں پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) فتاوی قاضیخان (۱ / ۱۲٤)

إذا آجر داره أو عبده بمائتي درهم لا تجب الزكاة ما لم يحل الحول بعد القبض في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول كان عليه درهم بحكم الحول الماضي قبل القبض لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزلة ثمن مال التجارة في الصحيح من الرواية.

(۲) البحر الرائق (۲/ ۲۲٤) بحث: اقسام الدين

ولو آجر عبده أو داره بنصاب إن لم يكونا للتجارة لا تجب ما لم يحل الحول بعد القبض في قوله وإن كانا للتجارة كان حكمه كالقوي لأن أجرة مال التجارة كثمن مال التجارة في صحيح الرواية اهـ.

نیز مذکورہ روایت کی دلیل آگے آنے والی "المحیط البرهانی" کی عبارت میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ "چونکہ منافع اصل کے تابع ہوتے ہیں، لہٰذا جب اصل مالِ تجارت ہے تو اس کے منافع بھی مالِ تجارت شمار ہوں گے" ۔ اور ان منافع کا کرایہ مالِ تجارت کا بدل ہونے کی وجہ سے دینِ قوی کے حکم میں داخل ہوگا، لہٰذا عقدِ اجارہ کے وقت سے ہی کرایہ کے حولانِ حول کا آغاز ہوگا، کرایہ وصول کرنے کے بعد نئے سرے سے حولانِ حول ضروری نہیں ہوگا۔

اب اگر نیتِ تجارت ختم کیے بغیر تجارت کی چیز کو صرف کرایہ پر دینے کی وجہ سے مالِ تجارت سے خارج قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اصل زکوٰۃ کے لیے نہ رہا، اور جب اصل ہی زکوٰۃ کے لیے نہ رہا تو اس کے منافع کو اس کے تابع ہونے کی وجہ سے قبل القبض کیسے نصاب مانا جائے گا؟

"المحيط البرهانی" کی مذکورہ عبارت ذیل میں پیش خدمت ہے۔

المحیط البرهاني، الفصل الثالث عشر في زكاة الديون (٢٤٧/٣) ط:ادارة القرآن

وأما الأجرة: ففي ظاهر الرواية عن أبي حنيفة هي نصاب قبل القبض، ولكن لا يلزمه الأداء ما لم يقبض منها مائتي درهم، وروى بشر الوليد عنه: أنه لا يكون نصاباً قبل القبض. وروى عنه في «الأمالي»: أن العبد المستأجر إن كان للتجارة، فهو نصاب قبل القبض، ويجب الأداء إذا قبض أربعين درهماً، ولو كان للخدمة لا يكون نصاباً قبل القبض، ويجب الأداء إذا قبض مائتي درهم. وجه رواية بشر: أن الأجرة تجب بدلاً عن المنافع، فأشبه المهر، ثم المهور لا تكون نصاباً قبل القبض، فهذا كذلك. وجه رواية «الأمالي»: أن المنافع تبع للرقبة، فإذا كانت الرقبة للتجارة كانت المنافع للتجارة، فيكون بدلها بدل مال التجارة، وإذا لم تكن الرقبة للتجارة بل كانت للمهنة كانت المنافع للمهنة أيضاً، فيكون بدلها بدل مال المهنة. وجه ظاهر الرواية عنه: أن الأجرة ملكت بدلاًعن مال لم يكن مال الزكاة، فتشبه من هذا الوجه ثمن عبد الخدمة. بيانه: أن الأجرة بدل عن منافع البدن، ومنافع البدن مال حتى لا يجب الحيوان ديناً في الذمة بدلاً عنها، بخلاف منافع البضع، لكن لا تصلح نصاباً في نفسها؛ لأنها لا تبقى سنة، تشبه من هذا الوجه ثمن عبد الخدمة.

(۳)۔۔۔ تیسری دلیل آگے نقل کردہ "بدائع الصنائع" کی وہ عبارت ہے جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر مالِ تجارت کو کرایہ پر دیا جائے اور کرایہ "عروض" کی شکل میں ہو تو کیا وہ "عروض" خود بخود مالِ تجارت بن جائیں گے یا ان کے مالِ تجارت بننے کے لیے مستقل نیتِ تجارت ضروری ہوگی؟ اس بارے میں دو روایات ہیں: "كتاب الأصل" کی روایت کے مطابق نئی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور "الجامع" کی روایت کے مطابق نئی نیت ضروری ہے۔

"كتاب الأصل" کی روایت کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ "عروض" مالِ تجارت کے منافع کا بدل ہے، اس لیے اس میں نئی نیت کی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ "الجامع" کی روایت کی دلیل یہ ہے کہ اصل کے تجارت کے لیے ہونے کی وجہ سے اس کے منافع کے بدل کا تجارت کے لیے ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ کبھی کبھی اصل کی منفعت کے لیے اس کو کرایہ پر دیدیا جاتا ہے۔

ان دونوں اقوال اور ان کے دلائل کے اندازِ بیان سے مشترک طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مالِ تجارت کے کرایہ میں حاصل ہونے والے "عروض" میں اگرچہ اختلاف ہے، لیکن خود وہ مالِ تجارت کرایہ پر دیے جانے کے باوجود متفقہ طور پر تجارت کے لیے ہے۔

"بدائع الصنائع" کی مذکورہ عبارت ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

بدائع الصنائع (۲/ ۱۲)

وأما الدلالة فهي أن يشتري عينا من الأعيان بعرض التجارة أو يؤاجر داره التي للتجارة بعرض من العروض فيصير للتجارة وإن لم ينو التجارة صريحا لأنه لما اشترى بمال التجارة فالظاهر أنه نوى به التجارة. وأما الشراء بغير مال التجارة فلا يشكل وأما إجارة الدار فلأن بدل منافع عين معدة للتجارة كبدل عين معدة للتجارة في أنه للتجارة. كذا ذكر في كتاب الزكاة من الأصل. وذكر في الجامع ما يدل على أنه لا يكون للتجارة إلا بالنية صريحا فإنه قال وإن كانت الأجرة جارية تساوي ألف درهم وكانت عند المستأجر للتجارة فأجر المؤجر داره بها وهو يريد التجارة شرط النية عند الإجارة لتصير الجارية للتجارة ولم يذكر أن الدار للتجارة أو لغير التجارة فهذا يدل على أن النية شرط ليصير بدل منافع الدارالمستأجرة للتجارة وإن كانت الدار معدة للتجارة فكان في المسألة روايتان: ومشايخ بلخ كانوا يصححون رواية الجامع ويقولون إن العين وإن كانت للتجارة لكن قد يقصد ببدل منافعها المنفعة فيؤاجر الدابة لينفق عليها والدار للعمارة فلا تصير للتجارة مع التردد إلا بالنية..........................الخ

ردالمحتار (۲/ ۲۶۷)

وقيد بقوله" التي للتجارة "إذ لو كانت للسكنى مثلا لا يصير بدلها للتجارة بدون النية فإذا نوى يصح ويكون من قسم الصريح.

(۴)۔۔۔ نیز حضراتِ مالکیہ و حنابلہ رحمہم اللہ کی کتب میں بھی یہ بات مذکور ہے کہ تجارت کی چیز صرف کرایہ پر دینے کی وجہ سے مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلتی بلکہ اس کے لیے تجارت کی نیت ختم کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ آگے نقل کردہ حضراتِ مالکیہ کی عبارات نمبر:۱، ۲ اور ۳ میں مذکورہ بات کی تصریح کی گئی ہے۔

حضراتِ مالکیہ کی مذکورہ عبارات ذیل میں پیشِ خدمت ہیں۔

(١) المدونة (١/ ٣١٠)

قلت: أرأيت عبدا اشتراه رجل للتجارة فكاتبه فمكث عنده سنين يؤدي فاقتضى منه مالا، ثم عجز فرجع رقيقا فباعه مكانه أيؤدي من ثمنه زكاة التجارة أم هو لما رجع إليه رقيقا صار فائدة؟ فقال: إذا عجز ورجع رقيقا رجع على الأصل فكان للتجارة ولا تنقض الكتابة ما كان ابتاعه له ; لأن ملكه لم يزل عليه، وإنما مثل ذلك عندي مثل ما لو أنه باع عبدا له من رجل فأفلس المشتري، فأخذ عبده أو أخذ عبدا من غريمه في دينه فإنه يرجع على الأصل ويكون للتجارة كما كان. قال: وكذلك لو أن رجلا اشترى دارا للتجارة فأجرها سنين ثم باعها بعد ذلك، فإنها ترجع إلى الأصل ويزكيها على التجارة ساعة يبيع.

(٢) الذخيرة (٣/ ١٦)

القسم الثاني من النقدين ما يكون قيما في المتاجر: والتاجر إما أن يباشر بنفسه أو بغيره، والمباشر بنفسه إما أن ينتظر حوالة الأسواق وهو المحتكر، أولا وهو المدير، والمباشر لغيره هو المقارض، فهذه ثلاث حالات: الحالة الأولى المحتكر: فتجب الزكاة عليه عند مالك والأئمة ... وفي هذه الحالة,(فروع ستة )..... الرابع: قال ابن القاسم في الكتاب: اذا ابتاع عبدا للتجارة فكاتبه فعجز أو ارتجع من مفلس سلعته او أخذ من غريمه عبدا في دينه أو دارا فأجرها سنين رجع جميع ذلك لحكم اصله من التجارة فإن ما كان للتجارة لا يبطل الا بنيةاالقنية.

(٣) الشرح الكبير للدردير (١/ ٤٧٥)

فسخ بيع ما بيع من سلع التجارة كغيره من العرض في التقويم، (و) العرض (المرتجع) لمالكه (من مفلس) اشتراه كغيره من العروض في التقويم، (و) العبد المشتري للتجارة (المكاتب يعجز كغيره) من عروض التجارة، لان عجزه ليس ابتداء ملك فلا يحتاج واحد من هذه الثلاثة إلى تجديد نية تجارة ثانيا بخلاف رجوعها إليه بإقالة فهي على القنية حتى ينوي بها التجارة.

(٤) الشرح الكبير للدردير (١/ ٤٧٢)

ولما تكلم على زكاة الدين أعقبه بالكلام على زكاة العروض.... أما شروط زكاتها فأشار لاولها بقوله: (لا زكاة في عينه) ....ولثالثها بقوله: (بنية تجر) أي ملك مع نية تجر مجردة (أو مع نية غلة) بان ينوي عند شرائه أن يكريه وإن وجد ربحا باعه (أو) مع نية (قنية) بان ينوي الانتفاع به من ركوب أو حمل عليه أو وطئ، وإن وجد ربحا باع، وأو لمنع الخلو لان انضمامهما لنية التجر لانضمام أحدهما لها (على المختار والمرجح) فيهما (لا) إن ملك (بلا نية) أصلا (أو) مع (نية قنية) فقط (أو) نية (غلة) فقط.

فقہ حنبلی کی کتاب "كشاف القناع" میں بھی یہ بات صراحۃً مذکور ہے کہ "مالِ تجارت کی اجرت کو بھی "ربح" کی طرح حولانِ حول میں اصل کی قیمت کے ساتھ ملایا جائے گا، کیونکہ یہ بھی نماء ہے۔"

"كشاف القناع" کی عبارت ذیل میں پیشِ خدمت ہے۔

كشاف القناع (٢/ ٢٤٢)

( وإن اشترى أرضا لتجارة بزرعها ) وبلغت قيمتها نصابا زكى الجميع زكاة قيمة ( أو ) اشترى أرضا لتجارة و ( زرعها ببذر تجارة ) زكى الجميع زكاة قيمة إن بلغت قيمتها نصابا ( أو اشترى شجرا لتجارة تجب في ثمره الزكاة كالنخل والكرم ...( ولو زرع ببذر القنية في أرض التجارة فواجب الزرع العشر ) لأنه للقنية وجزم به في المبدع ( وواجب الأرض زكاة القيمة ) لأنها مال تجارة ومقتضى المنتهى إن الكل يزكى زكاة قيمة لأن الزرع تابع للأرض ( وإن زرع بذر التجارة في أرض القنية زكى الزرع زكاة قيمة ) لأنه مال تجارة ( ولو كان الثمر مما لا زكاة فيه كالسفرجل والتفاح ونحوهما ) كالمشمش والزيتون والكمثري ( أو كان الزرع لا زكاة فيه كالخضراوات) من بطيخ وقثاء وخيار ( أو كان لعقار التجارة وعبيدها ) ودوابها ( أجرة ضم قيمة الثمرة والخضروات والأجرة إلى قيمة الأصل في الحول كالربح ) لأنه نماء.

جہاں تک پہلی رائے کی تائید میں ذکر کردہ دلائل کا تعلق ہے تو:

**پہلی دلیل** کے بارے میں عرض ہے کہ مذکورہ عبارات میں تجارت کی غرض سے خریدی گئی چیز کو کرایہ پر دینے کی وجہ سے جو مالِ زکوۃ سے خارج قرار دیا گیا ہے، تو اس کا محمل وہ صورت ہے جبکہ نیتِ تجارت باقی نہ ہو، گویا کہ یہ عبارات مطلق ہیں اور دوسری رائے کی تائید میں ذکر کردہ عبارات ان کے لیے مقید ہیں۔

اور اس تقیید کی تائید خود ان مطلق عبارات سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ ان عبارات میں تجارت کی چیز کو کرایہ پر دینے کی وجہ سے مالِ تجارت ہونے سے خارج قرار دینے کی علت یہ بیان کی گئی ہے "لأنه لما آجره فقد قصد الغلة"، یعنی جب مالک نے تجارت کی چیز کو کرایہ پر دیدیا تو اس نے اس چیز سے استغلال کا قصد کر لیا۔ اسی طرح "مجموعة الفتاویٰ" کی عبارت میں دلیل کے طور پر "مجمع البرکات" کی جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ بھی اس صورت سے متعلق ہے جس میں کسی چیز کو مستقل طور پر استغلال ہی کے لیے رکھا گیا ہو۔

ان دونوں عبارات کا مفہومِ مخالف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تجارت کی نیت سے خریدی گئی چیز کو اپنے پاس روک کر اس سے مستقلاً استغلال مقصود نہ ہو بلکہ اصل مقصود تو عین کو بیچنا ہی ہو البتہ عارضی طور پر کرایہ پر بھی دیدے تو اس سے وہ چیز مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گی۔

**دوسری دلیل** کے بارے میں عرض ہے کہ عمل بلاشبہ نیت سے قوی تصرف ہے، اور عمل نیت کو ختم کر سکتا ہے، لیکن نیت کے مقابلے میں عمل کی یہ قوت تب ظاہر ہوگی جب عمل کا نیت سے تعارض آجائے۔ اگر تعارض نہ ہو تو پھر عمل نیت کو ختم نہیں کرے گا۔

نیتِ تجارت اور عمل کے درمیان تعارض کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے بیج خرید کر اس کو بوئے تو وہ بیج مالِ تجارت نہیں رہے گا، کیونکہ "بیج بونے" کا عمل نیتِ تجارت کے معارض ہے، اس لیے کہ جب بیج بویا تو اب اس کو بیچا نہیں جا سکتا، لہٰذا اس صورت میں عمل کی قوت ظاہر ہوگی اور وہ بیج مالِ تجارت ہونے سے نکل جائے گا۔

جہاں تک "عملِ اجارہ" کا تعلق ہے تو وہ نیتِ تجارت کے منافی نہیں ہے، کیونکہ مالِ تجارت میں کرایہ پر دینے کے باوجود مالک کی ملکیت باقی رہتی ہے اور وہ ہر وقت اس کے بیچنے پر قادر رہتا ہے۔

حاصل یہ کہ مذکورہ دلائل کی روشنی میں دوسری رائے صحیح معلوم ہوتی ہے، اور تجارت کی چیز سے جب تک مالک نیتِ تجارت کو ختم نہیں کرتا اس وقت تک وہ چیز بدستور مالِ تجارت رہے گی، صرف کرایہ پر دینے سے مالِ تجارت ہونے سے نہیں نکلے گی۔ اس لیے صورتِ مسئولہ میں تجارت کی غرض سے بنائی گئی مارکیٹ کی جو دکانیں آپ نے کرایہ پر دی ہیں لیکن ان سے تجارت کی نیت ختم نہیں کی ہے، ان دکانوں کے کرایہ اور سال پورا ہونے کے وقت ان کی جو مارکیٹ ویلیو ہوگی دونوں پر زکوۃ لازم ہوگی-----------واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبداللہ ولی عفی عنہ

عبداللہ ولی عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۱/ربیع الثانی/۱۴۳۷ھ

۱/فروری/۲۰۱۶ء

الجواب صحیح

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۲۱-۴-۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی

۲۳/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

عبدالمنان عفی عنہ

۲۳/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

محمد یعقوب عفی عنہ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

۲۶/۴/۱۴۳۷ھ